حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء

ایک جائزہ

چوہدری خالد نذیر، ایل۔ایل ایم شریعہ، اسلام آباد

حالیہ دنوں میں عورتوں کے خلاف جرائم بالخصوص زنا بالجبر کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے حالات کی یہ سنگینی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم ایک نظر ان قوانین پر ڈالیں جن کا مقصد عورتوں کے خلاف جرائم کا تدارک اور ان جرائم کے مرتکب افراد کو سزا دینا ہے۔

معاشرے میں کسی بھی قانون کے نفاذ کا بنیادی مقصد کچھ نتائج کا حصول ہے اور اگر کوئی قانون مطلوبہ نتائج کے حصول میں ناکام ثابت ہو تو قانون سازی کے ذمہ دار ادارے پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس قانون پر نظر ثانی کر کے اس میں موجود سقم کو دور کرے۔

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم حد زنا آرڈیننس ۱۹۷۹ء کا تجزیہ کریں تو ہم پر منکشف ہوگا کہ اس قانون میں زنا بالرضا اور زنا بالجبر دونوں جرائم کو ایک ہی ترازو میں تولا گیا ہے۔ جو معیار شہادت شریعت میں زنا کے جرم کے لیے مقرر ہے اس قانون میں وہی معیار شہادت زنا بالجبر کے لیے رکھا گیا ہے اور کیفیت فعل کا پیمانہ بھی دونوں کے لیے ایک ہی ہے۔ جبکہ درحقیقت زنا بالرضا اور زنا بالجبر دو مختلف جرائم ہیں۔ دونوں کے اس اختلاف کو نہ سمجھنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اس قانون کے نفاذ کے بعد عورتوں کے خلاف جرائم میں کمی کی بجائے زیادتی واقع ہوئی ہے۔

زنا بالرضا اور زنا بالجبر میں دو بنیادی فرق ہیں:

۱۔ پہلا یہ کہ زنا بالرضا خالصتاً حق اللہ کی خلاف ورزی ہے جبکہ زنا بالجبر میں حق اللہ کے ساتھ ساتھ

حق العبد بھی مجروح ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ زنا بالرضا جیسا کہ لفظ سے ظاہر ہے ایک رضا مندی کا فعل ہے جبکہ زنا بالجبر کی صورت میں ایک مجرم عورت کی ذات، عزت، اور شرف پر براہ راست حملہ کرتا ہے۔

یہ تو تھا بنیادی فرق اب خالص قانونی طور پر غور کریں تو شریعتِ اسلامی میں زنا بالرضا سے متعلق خصوصی معیارِ شہادت اور کیفیت فعل کا سخت معیار دونوں جرائم میں واضح تفریق پیدا کرتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں ان نکات کا احاطہ کیا گیا ہے جو ان دونوں جرائم کی امتیازی خصوصیات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ا :۔ اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم ہے اس نے اپنے حق کی خلاف ورزی پر زیادہ سے زیادہ معافی پردہ پوشی کو مناسب جانا۔ یعنی زنا بالرضا کے اگر ہم پانچ درجے مقرر کریں تو چار صورتوں میں

جب کہ جرم کسی نے نہیں دیکھا

جب ایک فرد نے دیکھا

جب دو گواہوں نے دیکھا

جب تین گواہوں نے دیکھا

اللہ تعالیٰ جُرم کو قابل مواخذہ نہیں سمجھتا۔ صرف پانچویں درجہ میں جبکہ جُرم کے چار عینی شاہد ہوں تو جُرم قابل مواخذہ ہے۔ (یہاں قابل مواخذہ سے مراد مواخذہ بذریعہ عدالت اور حکومت ہے ورنہ اس کا شریعت میں گناہ کبیرہ ہونا مسلم ہے)

۲ :۔ زنا بالرضا میں مطلوبہ چار گواہ محض جرم کو ثابت کرنے کے لیے نہیں بلکہ یہ چار گواہ کیفیت ارتکابِ جُرم کا حصّہ ہیں یعنی مجرم اپنے جُرم میں اتنا دلیر اور بے باک ہے کہ اس نے اس فعل کا ارتکاب ایک پورے گروہ کے سامنے سرِ عام کیا۔

۳ :۔ زنا بالرضا میں چار گواہ نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک الزام لگانے والا بھی ہے۔ لہٰذا یہ نہایت نازک ذمہ داری ہے اگر یہ الزام ثابت نہ ہو تو اس پر قذف کی سزا لاگو ہوگی۔ عام گواہی کے معیار سے زیادہ تعداد مقرر کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگ خواہ مخواہ ہی ایک دوسرے کے خلاف الزام نہ لگاتے پھریں۔

۴ :۔ زنا بالرضا میں شریعت کا مقصود پردہ پوشی اور اخفا کا ہے۔ تاکہ لوگ ایک دوسرے کی ٹوہ میں

نہ لگے رہیں۔ گواہوں کی تعداد میں اضافہ کا بھی یہی مقصد ہے تاکہ لوگوں کی نجی زندگی کی حفاظت کی جائے۔

۵۔ حد زنا کی صورت میں فقہاء واقعاتی شہادت کا کوئی کردار تسلیم نہیں کرتے اور یہ چیز شریعت اسلامیہ کے اس جرم کے بارے میں عمومی رویہ کے عین مطابق ہے یعنی جرم کے ثبوت میں سخت معیار اپنائے گئے ہیں تاکہ لوگ ایک دوسرے پر خواہ مخواہ الزام تراشی سے باز رہیں۔

اب تک کی بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زنا بالرضا کی صورت میں شریعت اسلامیہ کا عمومی رویہ اخفا اور پردہ پوشی کا ہے اور جرم کی عدم تشہیر کا ہے۔ اس کا ثبوت اس جرم کے لیے مقرر کیے گئے خصوصی معیارات ہیں۔ جو یہ ہیں۔

۱۔ چار عینی شاہد جو تزکیۃ الشہود کے معیار پر بھی پورے اترتے ہوں جبکہ دیگر سب حدود میں معیار دو گواہ ہیں۔

۲۔ کیفیت ارتکاب فعل کا سخت معیار۔

۳۔ واقعاتی شہادت کے کردار کو تسلیم نہ کرنا۔

۴۔ غیر شادی شدہ مجرم کے لیے رعائتی سزا جب کہ کسی بھی اور حد کے اجرا میں مجرموں میں کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں کی جاتی اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا زنا بالجبر کا مجرم جس نے ایک عورت کی عزت کو پوری زندگی کے لیے خاک میں ملا دیا ہو وہ بھی ان سب رعائتوں اور سہولتوں کا مستحق ہے یقیناً نہیں در اصل ارتکاب فعل میں تشدد کا عنصر شامل ہونے کے بعد جرم کی نوعیت کلیتاً بدل جاتی ہے۔ ارتکاب فعل کے لیے جبر و طاقت اور ذرائع تخویف کے استعمال کے بعد یہ جرم حق اللہ کے علاوہ حق العباد کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے لہٰذا وہ تمام قانونی رعائتیں اور سہولتیں جو کہ خالق کائنات نے خالص اپنے حق کی خلاف ورزی پر ایک مجرم کو اپنے رحمان و رحیم ہونے کے ثبوت میں عطا کیں جرم کے حق العباد کی حدود میں داخل ہونے کے بعد وہ مجرم ان تمام رعائتوں سے محروم ہو جائے گا۔

زنا بالجبر

زنا بالجبر در اصل دو جرائم کا مجموعہ ہے۔ زنا اور ارتکاب زنا کے لیے جبر و طاقت کا استعمال اگر ہم قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کریں تو ہم پر عیاں ہوگا کہ کسی بھی جرم میں جب تشدد و جبر کا عنصر شامل ہو جائے تو قرآن مجید اُسے ایک عام جرم نہیں بلکہ فساد فی الارض یعنی دہشت گردی کے زمرے میں شمار کرتا ہے۔ جیسا کہ سرقہ (چوری) کے جرم میں جبر شامل ہو جائے تو وہ عام سرقہ کا

جُرم نہیں رہتا بلکہ سرقہ بالجبر بن جاتا ہے جو کہ فقہاء کے نزدیک بالاتفاق حرابہ میں شمار ہے۔ نہ صرف یہ کہ جُرم کی نوعیت بدل جاتی ہے بلکہ جُرم کے اثبات کے معیارات بدل جاتے ہیں اس کے معیار اثبات میں نرمی اور سزا میں سختی آتی چلی جاتی ہے۔ سرقہ ہی کی مثال میں جب ایک عام سرقہ کا جرم سرقہ بالجبر میں بدلتا ہے تو اس کی سزا سخت اور زیادہ ہوتی ہے یعنی ایک ہاتھ کے ساتھ ایک پاؤں بھی کاٹنا اور یہ سزا، سزائے موت بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے معیار اثبات میں نرمی آجاتی ہے۔ عام سرقہ کے لیے مال کا نصاب مقرر ہے یعنی چوری کیے گئے مال کی حد مقرر ہے اگر مال کی مقدار اس سے کم ہو گئی تو اس پر حد سرقہ جاری نہیں ہو گی جبکہ سرقہ بالجبر کی صورت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نصاب کی قید ختم ہو جائے گی۔ (التشریع الجنائی الاسلامی۔ ڈاکٹر عبدالقادر عودہ ج ۲ ص ۶۳۹)

دوسرے الفاظ میں اب مالِ ماخوذ کی مقداری حیثیت ثانوی ہو گئی اب جو بات اہم ہے وہ یہ ہے کہ اَخذ مال کے لیے جبر و طاقت کا استعمال کیا گیا۔ اِسی قاعدہ اور اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء نے زنا بالجبر کو عام حد زنا کی بجائے حدّ حرابہ میں شمار کیا ہے۔ اور اس کی سزا کا استنباط بھی اُسی آیت کریمہ سے کیا ہے۔ جس سے سرقہ بالجبر کا استنباط کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"ان لوگوں کی سزا، جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرنے میں سرگرم ہیں بس یہ ہے کہ عبرت ناک طور پر قتل کیے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں بے ترتیب کاٹ ڈالے جائیں" (المائدہ : ۳۳)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے الفاظ پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اس میں کہیں سرقہ بالجبر کا ذکر نہیں اس کے باوجود فقہاء بالاتفاق سرقہ بالجبر کو حد حرابہ میں شمار کرتے ہوئے اس کی سزا کا استنباط اِسی آیت کریمہ سے کرتے ہیں۔ کیونکہ اِس میں اخذ المال علی سبیل المغالبۃ ہے یعنی مال کے حصول کے لیے طاقت و تشدد کا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ زنا بالجبر کو حد حرابہ میں شمار کرنے کے لیے اِس اصول کے علاوہ قرآن مجید ہی کی ایک دوسری آیت کریمہ میں شہادت موجود ہے۔ جس میں نسل کے خلاف جرائم کو فساد فی الارض کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا :

"اور جب وہ تمہارے پاس سے جاتے ہیں تو ان کی ساری بھاگ دوڑ زمین میں فساد برپا

کرنے، کھیتی اور نسل کو تباہ کرنے کے لیے ہوتی ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔"
(البقرہ : ۲۰۵)

فی الحقیقت زنا بالجبر نسل کو ہلاک کرنے کی بدترین صورت ہے۔ کیونکہ نسل کی بربادی ہی اصل میں نسل کی ہلاکت ہے۔ جیساکہ بیسویں صدی کے اس مہذب دور میں ہم نے دیکھا کہ بوسنیا میں سربیائی افواج نے مسلمانوں کی نسل برباد کرنے کے لیے زنا بالجبر کو اجتماعی طور پر اختیار کیا سورۃ المائدہ کی آیت حرابہ اور سورۃ البقرہ میں فساد فی الارض کی تشریح اور وضاحت اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ زنا بالجبر عام حد زنا کا معاملہ نہیں بلکہ حد حرابہ کا معاملہ ہے اور کتب فقہ کے درج ذیل اقتباسات سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ زنا بالجبر عام زنا کا معاملہ نہیں بلکہ فقہاء نے زنا بالجبر اور انتہاک فرج کو حد حرابہ میں شمار کیا ہے۔

عبدالرحمٰن الجزیری اپنی مشہور کتاب کتاب الفقہ علیٰ مذاہب الاربعہ میں فرماتے ہیں :

"مالکیہ کے نزدیک، محارب راستہ روکنے والا ہے۔ خواہ اس کا مقصد مال حاصل کرنا نہ ہو۔ یا یہ کہ وہ اخذ مال محرم کا ارادہ کرے کسی مسلمان، ذمی یا معاہد سے اگرچہ وہ نصاب کو نہ پہنچے یا یہ کہ اس کا مقصد عزت کو برباد کرنا ہو اس حال میں کہ کوئی فریاد سننے والا نہ ہو۔"

مزید لکھتے ہیں :

"مالکیہ کہتے ہیں۔ سرقہ بالجبر میں مقدار نصاب شرط نہیں بلکہ ان پر حد جاری کی جائے گی خواہ انہوں نے نصاب سے کم مال حاصل کیا ہو۔ یہ اس لیے کہ محاربہ اخذ مال کے ساتھ مل گیا ہے یہ ان پر تغلیظ ہے۔ قطع طریق کی جہت سے نصاب سے نہیں۔"

(کتاب الحدود ص ۴۱۲)

امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی، اپنی شہرہ آفاق کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں :

"حد زنا کو محاربین کے ساتھ ملایا کیونکہ اس کی بعض صورتوں میں قتل ممکن ہے۔"

(کتاب الحدود ص ۱۰۹)

مزید فرماتے ہیں :

مالک، شافعی اور کوفیین کے نزدیک محارب میں ہر قسم کے فساد پھیلانے والے اور قطع طریق

کرنے والے شامل ہیں۔ (کتاب الحدود ص ۱۱۰)

علامہ ابن حزمؒ محارب کی درج ذیل تشریح فرماتے ہیں:

"من شهر السلاح فهو محارب"

جس نے ہتھیار چلایا وہ محارب ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے:

"إذ تسوّر عليهم في بيوتهم بالسلاح قطعت يدهٗ ورجله"

یعنی جب کوئی کسی کے گھر میں حملہ کرے ہتھیار کے ذریعے تو اس کا ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹا جائے گا۔

"عن الحسن قال: إذا طرقك اللص بالليل فهو محارب"

یعنی چور اگر رات کو دروازہ کھٹکا کر زبردستی داخل ہونے کی کوشش کرے تو وہ محارب ہے۔

"عن قتاده: اذا دخل عليك ومعهٗ حديدة فهو محارب بهذا يأخذ الشافعي"

اگر کوئی تمہارے پاس غلط نیت سے ہتھیار بند ہو کر آئے تو وہ محارب ہے امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۲ ص ۲۷۴ - ۲۷۵)

مزید فرماتے ہیں:

"مخيف السبيل المفسد فيها هو المحارب المذكور في الآية بلا شك"

راستے میں خوف و ہراس پھیلانے والا اور فساد برپا کرنے والا بلاشک وشبہ محارب ہے جس کا ذکر آیہ کریمہ میں ہے۔

ابن زبیرؓ سے روایت ہے:

"من رفع السلاح ثم وضعهٗ فدمهٗ هدر"

جس نے ہتھیار اٹھایا اور پھر اُس کو استعمال کیا (ناجائز) تو اس کا خون حلال ہے،

یعنی اس حالت میں اُس کو کوئی مار ڈالے تو اُس پر کوئی جرم عائد نہیں ہوگا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"من حمل علينا السلاح فليس منّا"

جس نے ہم پر ہتھیار کے ساتھ چڑھائی کی وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی جو شخص ناجائز طور پر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتا ہے وہ ملت اسلامیہ کا حصّہ نہیں رہتا۔

علامہ ابن حزم مذکورہ بالا احادیث کے حوالوں کے بعد نہایت خوبصورت اور واضح الفاظ میں درج ذیل الفاظ میں محارب کی تعریف بیان فرماتے ہیں۔

"كل من حارب المار، وأخاف السبيل بقتل نفس أو أخذ مال أو لجراحة أو لانتهاك فرج فهو محارب عليه وعليهم كثروا أو قلوا حكم المحاربين المنصوص في الآية لأنّ الله تعالىٰ لم يخصّ شيئًا من هٰذه الوجوه إذ عهد إلينا بحكم المحاربين"

ترجمہ: ہر کوئی جو گذرنے والے سے (بلا اشتعال) لڑے راستے میں خوف و وحشت پھیلائے قتل و غارت سے اخذ مال سے زخم لگائے یا زنا کاری کے ذریعے خواتین کی عزّت پامال کرے تو وہ محارب ہے۔ وہ کم ہوں یا زیادہ سب پر آیت کریمہ میں محاربین سے متعلق منصوص حکم لاگو ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرابہ کو کسی ایک خاص جُرم کی نوعیت کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ محاربین سے متعلق حکم الٰہی میں جرائم کی جملہ انواع شامل ہیں۔

محولہ بالا سورۃ المائدہ اور البقرہ میں وارد احکامات الٰہیہ اور فقہاء کرام کی اِس بارے میں تصریحات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ زنا بالجبر کی کوشش عام حدِّ زنا کا معاملہ نہیں بلکہ اس کا شمار حد حرابہ میں ہوگا۔

زنا بالجبر کو عام زنا کی بجائے حد حرابہ شمار کرنے کے درج ذیل قانونی نتائج مرتب ہوں گے۔

اوّلاً: سب سے پہلے جو چیز ثابت کرنا ہوگی وہ ناپاک خواہش کی تکمیل کے لیے جبر و طاقت کا استعمال ہے۔ جس کا اظہار آلات جُرم، تعدد جناۃ اور جُرم کے لیے منتخب کردہ مخصوص حالات اور اوقات سے ہوگا۔ اس میں واقعاتی شہادتیں اہم کردار ادا کریں گی جس عورت کو اس کی مرضی کے خلاف

ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ۔ ملزمان کا بلا اجازت گھر کی حدود میں داخل ہونا یا اجازت سے داخل ہوکر ارادہ ناپاک کرلینا اور دیگر ہر وہ علامت جو جبر و تشدد، طاقت اور تخویف کے وقوع کو ثابت کرے ۔

ثانیاً : زنا بالرضا کی صورت میں کیفیت فعل میں دخول شرط ہے مگر بالجبر کی صورت میں اتنا ہی ثابت ہونا کافی ہے کہ مجرم نے جبر و طاقت اور ذرائع تخویف کے استعمال کے بعد عورت کو بے ستر کردیا مگر وہ اپنی ناپاک جسارت میں کسی غیر متوقع قدرتی عامل کی وجہ سے کامیاب نہیں ہوسکا ۔ جیسا کہ قطع طریق یعنی ڈکیتی کے معاملہ میں مالکی فقہاء کے نزدیک حد حرابہ کے ثبوت کے لیے تخویف ہی کافی ہے اخذ مال کا ثبوت ضروری نہیں زنا بالجبر کی صورت میں بھی حد حرابہ جاری کرنے کے لیے اتنا ثابت کرنا کافی ہے اولاً مجرم نے جبر و طاقت کا استعمال کیا یا اظہار کیا ۔ ثانیاً : اس نے ہر کام عورت کو بے آبرو کرنے کی نیت سے کیا ۔ ثالثاً : یہ کہ اپنی کوشش میں اس نے کسی حد تک پیش رفت بھی کی ۔ اگر یہ تینوں عناصر ثابت ہیں تو مجرم کو حد حرابہ کے تحت سزائے موت دی جائے اور اگر صرف پہلی دونوں یا صرف پہلی بات ثابت ہوتی ہے تو اس کے لیے تعزیراً سخت سزا مقرر کی جائے ۔ جو بعض معاملات میں سزائے موت بھی ہوسکتی ہے ۔

ثالثاً : زنا بالجبر کو حد حرابہ کے تحت لانے کے بعد اس کے لیے معیار شہادت چار گواہ نہیں رہیں گے بلکہ دو گواہ ہوں گے اور اگر عینی شاہد موجود نہیں مگر واقعاتی شہادتیں اتنی قوی ہیں کہ جرم کا وقوع ثابت ہوتا ہے تو تعزیراً سخت سزا مقرر کی جائے ۔

رابعاً : عام زنا کے معاملے میں غیر شادی شدہ مجرم کو سو کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے ۔ یہ رعائت زنا بالجبر میں نہیں ہوگی مجرم شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ دونوں صورتوں میں سزائے موت کا حق دار ہوگا ۔ کیونکہ یہ رعائت خالق کائنات نے اپنے غفور و رحیم اور رحمان و رحیم ہونے کے ثبوت میں خصوصی طور پر خالص اپنے حق کی خلاف ورزی (VIOLATION) میں عطا کی ہے مگر حق العبد مجروح ہونے کے بعد مجرم اس رعائت سے محروم ہو جائے گا ۔

مذکورہ بالا گزارشات کی روشنی میں حکومت سے درخواست ہے کہ فیڈرل شریعت کورٹ اور اسلامی نظریاتی کونسل سے ضروری رائے حاصل کرنے کے بعد نفاذ حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی متعلقہ دفعات میں مناسب ترمیم کی جائے تاکہ عورتوں کے خلاف بڑھتے ہوئے جرائم کو روکا جاسکے ۔